شرعی وسیلہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے ذریعہ اس کی طرف وسیلہ تلاش کرنا

وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی دعاء میں یوں کہے۔

اللهم انی اسئلك بانك انت الله الرحمن الرحيم العزيز الحكيم ان تعافني. یا یوں کہے:

اللهم انی اسئلك برحمتك التی وسعت كل شيء ام ترحمني.

یا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے دعاء اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے ذریعہ مانگ لے۔ وسیلہ کی اس قسم پر قرآن وحدیث کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

و لله الاسماء الحسنىٰ فادعوا بها و ذروا الذين يلحدون فی اسمائه. (الاعراف:۱۸)

"اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تم ان میں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللهم بعلمك الغيب وقدرتك علىٰ الخلق احيينی ما علمت الحياة خيرًا لی وتوفنی اذا علمت الوفاة خيرًا لی. (بخاری ج ۱۰/۱۲۷ و مسلم ج ٤/۲۰٦٤)

"اے اللہ میں تیرے علم غیب اور تیری مخلوق پر قدرت کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم کے مطابق میرے لئے زندگی بہتر ہو اور مجھے اس وقت موت دے جب تیرے علم کے مطابق موت میرے لئے بہتر ہو"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء استخارہ میں فرمایا:

اللهم انّی استخيرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و أسئلك من فضلك العظيم. (بخاری باب التهجد ج۳/۲۸ والدعوات ج ۱۱/۱۸۳)

"اے اللہ! بے شک میں آپ سے آپ کے علم کے واسطے سے خیر طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت کے واسطہ سے ہمت طلب کرتا ہوں اور آپ سے آپ کے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں"۔

يا حیّ يا قيوم برحمتك أستغيث . (ترمذی ج ۱۰/۲٦۷ والحاكم ج۱/۵۰۹ وهو حديث حسن)

"اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے! آپ کی رحمت کے واسطے سے میں فریاد کرتا ہوں"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کی دعاء میں فرمایا:

اسئلك اللهم بكل اسم هو لك سميت به نفسك او انزلته فی كتابك او علمته احدا من خلقك اواستاثرت به فی علم الغيب عندك. (مسند احمد ج ۱/۳۹۱)

"اے اللہ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام (کے واسطہ) سے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود رکھا یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا تو نے خود اپنے ہاں مخفی رکھا ہے"۔

اس طرح کی اور بھی دعائیں کثرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

نیک اعمال سے اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا

جب نیک اعمال میں ان شروط کا لحاظ رکھا جائے گا: دعا مانگنے والا یوں کہے: اللھم بایمانی بك و محبتی لك واتباعی لرسولك اِغفرلی.

یا اسی طرح اور دعا مانگے ان دعاؤں کا جو مشروع ہیں اس پر قرآن کریم بھی وضاحت اور دلالت کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا:

ربنا اننا آمنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار. (آل عمران:١٦)

''اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے سو بخش دے ہم کو ہمارے گناہ اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا''۔

ربنا آمنا بما أنزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشاهدين. (آل عمران:٥٣)

''اے ہمارے رب! ہم نے یقین کیا ہے اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم نے رسول کی پیروی کی سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں''۔

ربنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فامنّا ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنّا سیّئاتنا و توفنا مع الابرار. (آل عمران:١٩٣)

''اے ہمارے رب! بالیقین ہم نے سنا ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے اے ہمارے رب اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں دور کر دے اور نیک لوگوں کے ساتھ ہم کو موت دے''۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے سنا وہ ان الفاظ سے دعا مانگ رہا ہے:

اللھم انّی اسئلك بانّی أشهد انك انت الله الّذی لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد. (ترمذی کتاب الدعوات ج ٥/٥١٥ وابن ماجة کتاب لادعاء ج ١٢٦٧/٢)

''اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس واسطہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے مگر تو اکیلا ہے تو بے نیاز ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے''۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اللہ تبارک وتعالی کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا مانگی جس نے اس اسم اعظم کے ذریعہ دعا مانگی تو اللہ تعالی اس کی مراد پوری کرے گا جب اس اسم اعظم کے ذریعہ سے پکارا جائے تو اللہ تبارک وتعالی اس کی پکار کو قبول کرتا ہے۔

وسیلہ کی اس قسم پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس میں تین آدمیوں کے واقعہ کا ذکر ہے کہ وہ بارش کی وجہ سے ایک غار میں چلے گئے اور اوپر سے ایک چٹان گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالی سے دعا کرے تاکہ ہم کو اس (مصیبت) سے نجات مل جائے تو ایک نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے وسیلے سے دعا کی اور دوسرے نے اللہ تعالی سے ڈر کر گناہ چھوڑنے کے وسیلہ سے دعا کی۔ جس وقت وہ اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ زنا کرنے پر قادر تھا تو اس (لڑکی) نے اسے اللہ تعالی کا خوف یاد دلایا تو وہ (اللہ تعالی کے خوف سے) ہٹ گیا اور تیسرے نے اپنی امانت اور صداقت کے وسیلہ سے دعا کی جب اس نے ایک ایسے آدمی کی مزدوری بڑھائی جس نے اپنی مزدوری کو کم سمجھ کر چھوڑ دیا تھا حتی کہ وہ کافی سارا مال بن گئی اور یہ آدمی ایک زمانہ بعد اس کے پاس آیا (اور اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا تو اس آدمی نے اس مال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تمام مال آپ کا ہے اسے لے جاؤ) اس نے اپنا تمام مال اس سے لے لیا۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تبارک وتعالی نے ان کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی۔

یہ قصہ مشہور و معروف ہے اس لئے اس کو مفصل ذکر نہیں کیا۔ عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

یہ واقعہ نیک عمل (جو خالص اللہ تعالی کی رضا کیلئے ہو) وسیلہ کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے۔

نیک اور زندہ آدمی کی دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا

مثلاً کوئی مسلمان کسی مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں اپنی کوتاہی کو بھی جانتا ہو اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف قوی سبب پکڑنے کو پسند کرتا ہے تو وہ کسی نیک، متقی، پرہیزگار قرآن وسنت کی اتباع کرنے والے کے پاس آتا ہے اور اس سے اپنے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرواتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے اس کے جواز پر حدیث اور صحابہ کرام کا عمل بھی دلالت کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں داخل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو اس اعرابی نے عرض کی اے اللہ کے رسول مال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم پر بارش برسائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور دعا مانگنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو) میں نے آپ کی بغل کی سفیدی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اللھم اغثنا، اللھم اغثنا، اللھم اغثنا۔ اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے آسمان پر کسی قسم کا کوئی بادل نہیں دیکھا ہمارے درمیان اور سلع نامی پہاڑ کے درمیان کوئی گھر نہیں تھا تو سلع پہاڑ کے پیچھے سے ایک ڈھال کی طرح چھوٹا سا بادل نمودار ہوا جب وہ آسمان کے بیچ میں آیا تو (ہر طرف) پھیل گیا اور برسنے لگا پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک کو ابھی رکھا نہیں تھا کہ پہاڑوں کی طرح بادل پھیل گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اترے نہیں تھے میں نے آپ کی داڑھی مبارک پر بارش کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھے پھر ہم نے نماز پڑھی اور مسجد سے نکلے اور پانی میں چلنے لگے حتی کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو پہنچ گئے اور بارش دوسرے جمعہ تک مسلسل برستی رہی پھر وہی اعرابی یا کوئی دوسرا آیا اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ بارش کو ہم سے روک لے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور فرمایا: **اللھم حوالینا ولا علینا**: اے اللہ بارش کو ہمارے ارد گرد برسا لیکن ہم پر نہ برسا (آپ کی اس دعا کے بعد) بادل چھٹ گئے اور مدینہ منورہ کے ارد گرد برسنے لگے اور بارش کو کوئی بھی قطرہ (اس کے بعد) مدینہ منورہ میں نہیں گرا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی پتہ چلتا ہے کہ نیک آدمی کی دعا سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے اس واقعہ کو حضرت انس نے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جس وقت لوگوں پر بارش بند ہو جاتی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دعا کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بارش طلب کرتے اور کہتے اے اللہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے آپ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے تھے تو ہم پر بارش برساتا اور اب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی دعا سے آپ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں پس ہم پر بارش برسا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تو) لوگوں پر بارش برستی۔ (بخاری ج ۲/۴۹۴ وفضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱ج ۷/۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہوتے تو ہم آپؐ کے پاس آکر ان سے دعا کرواتے تھے اور ہم ان کی دعا کے ذریعہ آپ کا قرب حاصل کرتے تھے اور اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور ان کا اب وہاں سے آکر ہمارے لئے دعا کرنا ممکن نہیں ہے پس ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ہم ان سے اپنے لئے دعا کرواتے ہیں۔

یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اپنی دعا میں **اللھم بجاہ نبیك اسقنا** (کہ اے اللہ اپنے نبی کے مرتبہ اور اعزاز سے ہم پر بارش برسا) کہتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد **اللھم بجاہ العباس اسقنا** کہتے تھے۔ اس لئے یہ دعا بدعت ہے اس کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام میں سے کسی نے اسی طرح کیا ہے۔

حضرت عمر کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت یزید بن اسود رحمہ اللہ کی دعا کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی۔ (رواہ حافظ ابن عساکر فی تاریخہ ۱۸/۱۵۱/۲ اسند صحیح ۔ وحافظ ابن حجر فی الاصابۃ ج ۳/۶۳۴)

حضرت یزید بن اسود رحمہ اللہ افضل تابعین میں سے تھے اگر کسی کی ذات یا جاہ وجلال کا وسیلہ مشروع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے عدول کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن اسود رحمہ اللہ کا واسطہ تلاش نہ کرتے۔

بدعت وسیلہ

وسیلہ کے بارے میں شبہات اوران کارد

بدعت وسیلہ:

ماقبل ہم نے مشروع وسیلہ اوراس کی اقسام اوردلیلیں پہچان لی ہیں اوریہیں سے جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ جووسیلہ ہے جیسے بحق فلاں یا جاہ فلاں بدعت ہے اس وسیلہ پر کتاب وسنت کی کوئی نص دلالت نہیں کرتی اور نہ ہی اس قسم کا وسیلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اورتابعین کرام رحمہم اللہ کی طرف سے منقول ہے لہذا اس بدعت وسیلہ کے باطل ہونے پر یہی کافی ہے اس وجہ سے اکثر ائمہ محققین نے اس کا انکارکیا ہے جس کسی بدعتی مولوی نے اس کی اجازت دی تو اس کے قول کا ادنیٰ سا بھی اعتبارنہیں کیونکہ اس کا قول قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ٹکراتا ہے اورقرآن وحدیث دین میں بدعتیں ایجادکرنے سے منع کرتے ہیں۔

ذات وجاہ اورمرتبہ کے وسیلہ کے جواز کے قائلین جن دلیلوں سے استدلال کرتے ہیں تو یہ ادلہ دوحال سے خالی نہیں ہیں:

(۱): یا تو یہ دلیلیں صحیح ہونگی تو انہوں نے ان میں تحریف کی ہوگی اورظاہری معنوں کوانہوں نے سمجھانہیں ہوگا اورلفظ کواپنے ظاہری معنی سے پھیر دیا ہوگا۔

(۲): یا یہ دلیلیں بالکل باطل اورموضوع ہونگی جن پر اعتمادنہیں کیاجاتا۔ہم انشاءاللہ ان دونوں امروں پرمختصری روشنی ڈالیں گے۔

امراوّل: وہ نصوص ہیں جن کو انہوں نے وہاں محمول کیا ہے جہاں ان کومحمول نہیں کیا جاتا ذات کے ذریعہ وسیلہ کے قائل دوحدیثوں سے استدلال کرتے ہیں اوراپنا یہ خیال فاسد کرتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ان کے باطل مذہب کی تائیدکرتی ہیں۔

حدیث اوّل: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب لوگوں سے بارش رک جاتی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بارش طلب کرتے اور کہتے اے اللہ بے شک ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے تھے تو ہم پر بارش برساتا تھا اوراب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاکے ذریعہ آپ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں پس ہم پر بارش برسا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں پر بارش برسائی جاتی ۔اس حدیث سے جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات اوران کی جاہ(جوان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ تھا) سے وسیلہ تلاش کیا نہ کہ ان کی دعا سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وسیلہ صرف یہی تھا کہ انہوں نے دعا کروائی اورابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں کہا کہ اے اللہ میری وجہ سے ان پر بارش برسا اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کواسی پر برقراررکھا۔یہ لوگ اپنے اس دعویٰ کوفاسدخیال سے ثابت کرتے ہیں ۔ان کا یہ استدلال پانچ وجہوں سے باطل اورمردود ہے۔

(۱): اگرکسی کی ذات اورجاہ سے وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جوتمام مخلوقات سے افضل اوراعلیٰ ہیں) کی ذات سے وسیلہ کوچھوڑکر حضرت عباس رضی اللہ عنہ(جوفضیلت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی گناہ کم ہیں) کی ذات سے وسیلہ تلاش نہ کرتے لیکن انہوں نے ایسانہیں کیا کیونکہ ان کومعلوم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وسیلہ ان کی زندگی میں تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعامانگتے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کوقبول کرتا تھا جیسا کہ اعرابی کے واقعہ میں ماقبل گزرچکا ہے۔

(۲): انسان طبعاً جس وقت اس کوسخت حاجت پیش آتی ہے کسی بڑے وسیلہ(جواس کومقصودتک پہنچادے)کوتلاش کرتا ہے۔اگرذات کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ان کی موت کے بعد کیسے چھوڑتے ؟ حالانکہ خشک سالی اورقحط کی حالت میں تھے یہاں تک کہ اس سال کا نام قحط اورخشک سالی کا سال رکھا گیا۔

(۳): حدیث کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کے وسیلہ سے کئی مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بارش طلب کی کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی لوگوں سے بارش رک جاتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔

اگر یہ بات حاصل ہوجائے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے زیادہ فضیلت والی ذات کے ہوتے ہوئے کم فضیلت والے کی طرف رجوع کیا ہے(جیسا کہ مخالفین کا خیال ہے)تو یہ بات صرف ایک ہی دفعہ حاصل ہوتی دوسری دفعہ تو ایسا نہ ہوتا بلکہ دوسری یا تیسری دفعہ تو زیادہ فضیلت رکھنے والی ذات کا وسیلہ ڈھونڈتے۔

(۴): قرآن وسنت کی مخالفت کرنے والے ہمارے ساتھ اتنی بات میں تو متفق ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ کے اس قول(كنا نتوسل اليك بنبيّنا)اوراسی طرح(كنا نتوسل اليك بعم نبيّنا)میں مضاف مقدر ہے مخالفین بجاه نبيّنا اور بجاه عم نبيّنا مضاف مقدر نکالتے ہیں اورہم بدعاء نبيّنا اور بدعاء عمّ نبيّنا مضاف مقدر نکالتے ہیں۔مضاف مقدر کی تعیین میں مرجع سنت،اورواقعہ سیاق وماقبلہ۔اب ہم غوروفکر اورتدبرکرتے ہیں کہ یہاں پر مضاف جاہ(ذات) ہے یا دعاء ہے۔

آپ ہمارے ساتھ آئیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھروں میں نہیں بیٹھے اورگھروں میں بیٹھ کر انہوں نے یوں کہا ہو کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ آپ کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیدگاہ کی طرف تشریف لائے اوراپنے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہم کولائے اوران سے اپنے لئے دعا کروائی اب اس سے واضح اور روشن ہوگیا کہ یہاں مقام(دعا کا مقام ہے)اگر مقام ذات اورجاہ بے وسیلہ کا مقام ہوتا تو صحابہ کرام کے یہ زیادہ لائق ہوتا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کرنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اورجاہ سے وسیلہ پکڑتے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اورجاہ اپنے رفیق

اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے سے متغیر نہیں ہوئی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں ہو چکے ہیں جو اس حالت سے مختلف ہے جس پر وہ اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے سے پہلے تھے۔ اس لئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں موجود ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرواتے تھے۔

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد برزخی زندگی میں ہیں جس کی کیفیت ماسوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور برزخی دنیا کی زندگی اور احوال سے بالکل مختلف ہے۔

(۵): اسی طرح کا عمل بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے بھی ثابت شدہ ہے جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت یزید بن اسود رحمہ اللہ کی دعا کے وسیلہ سے بارش طلب کی۔ اور اسی طرح کا عمل حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے بھی یزید بن اسود رحمہ اللہ کے ساتھ کیا تھا۔

یہ سب ادلہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ آپ کی وفات کے بعد تلاش نہیں کیا بلکہ وہ تو نیک، صالح، زندہ اور دعاء پر قادر شخص کو تلاش کرتے تھے اور اس سے اپنے لئے دعاء کرواتے تھے۔ اگر ذات اور جاہ کا وسیلہ مشروع اور جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی طرف سب سے آگے بڑھتے اس لئے کہ وہ تو ہر چھوٹی وبڑی نیکی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے میں حریص ہوتے تھے۔ اگر یہ بات وارد اور طے شدہ ہوتی تو وہ اس کو ہماری طرف منتقل کر دیتے۔

حدیث ثانی: جس کو امام احمد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمائے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو تم صبر کرو اور یہ صبر کرنا آپ کے لئے بہتر ہے تو اس نابینا نے عرض کی کہ آپ میرے لئے دعاء فرما دیں تو آپ نے اسے حکم دیا کہ تم اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا مانگو:

اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيّك محمد نبی الرحمة يا محمد انی توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذه فتقضی لی اللهم فشفعه فی وشفعنی فيه. (ترمذی ۴/ ۲۸۱–۲۸۲، مسند احمد، ابن ماجه)

''اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور میں آپ کی طرف آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت والے نبی (کی دعاء) کے واسطہ سے متوجہ ہوتا ہوں اے اللہ کے رسول میں آپ کی دعا کے واسطے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں متوجہ ہوا ہوں پس میرے لئے میری حاجت کو پورا کیا جائے اے اللہ میرے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما اور میری اس کے بارے میں سفارش قبول فرما۔ حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ اس نابینا نے اسی طرح کیا تو وہ تندرست ہوگیا۔

ذات اور جاہ کے ذریعہ کا وسیلہ کا جواز تلاش کرنے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حدیث ان کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صالحین کی ذات اور جاہ کے ذریعہ وسیلہ کے جواز پر دلیل ہے چنانچہ نابینا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تلاش کیا تو اس کی آنکھیں صحیح اور تندرست ہوگئیں اور وہ دیکھنے کے قابل ہوگیا۔

درحقیقت ان کا یہ استدلال باطل ہے بلکہ یہ حدیث تو مشروع وسیلہ کی قسموں میں سے تیسری قسم ہے اور وہ نیک اور زندہ آدمی کی دعاء کا وسیلہ ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ ان کا یہ استدلال اسی حدیث کی رو سے ٹوٹ جائے اور بفضلہ تعالیٰ ٹوٹ رہا ہے توجہ کیجئے۔

(۱): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نابینا اپنے لئے دعاء کروانے کی غرض سے حاضر ہوا تھا اور یہ اس کے اس قول **ادع الله ان يعافينی** (یعنی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعاء کریں) سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کیا تھا کیونکہ وہ نابینا جانتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے بخلاف دوسرے آدمی کی دعاء کے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جاہ کا وسیلہ جائز ہوتا تو وہ نابینا اپنے گھر بیٹھ کر وسیلہ تلاش کرتا لیکن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے دعاء کا مطالبہ کیا۔

(۲): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دعاء کا وعدہ کیا اور ساتھ ساتھ اس کو نصیحت بھی کی جو اس کیلئے بہتر اور افضل تھی اور وہ نصیحت یہ تھی: **ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خير لك** اگر آپ چاہیں تو میں آپ کیلئے دعا کرتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو صبر کریں اور یہ آپ کیلئے بہتر ہے۔

(۳): نابینا نے دعاء پر اصرار کیا اور یہ اس قول **ادعه** (یعنی آپ دعا کر دیں) سے پتہ چلتا ہے یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ وعدہ وفا تھے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دعاء کو وعدہ کیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۴): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہترین طریقہ کی طرف رہنمائی کی اور وہ نیک عمل اور دعا کو جمع کرنا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ وضو کرے اور نماز پڑھے پھر دعا مانگے۔

(۵): اس دعا میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سکھائی **اللهم فشفعه فی** کے الفاظ ہیں یعنی وہ یہ کہے کہ اللہ میرے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما: اب اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جاہ کے وسیلہ پر محمول کرنا محال ہے اس لئے کہ دعا کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ آپ کا میری آنکھوں کو شفا دینے میں نبی کریم صلی علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرما۔ اور شفاعت لغت میں دعا کو کہتے ہیں:

(۶): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو سکھایا کہ وہ وشفعنی فیہ کہے یعنی میری دعا کو اس نابینا کے بارے میں قبول فرما کہ اس کی آنکھیں تندرست ہوجائیں۔ اس جملہ کے علاوہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس سے کوئی دوسرا اور جملہ (معنی) سمجھا جائے۔ لہذا ہم مخالفین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس جملہ (معنی) سے منہ موڑتے ہیں اور اس کو اپنی کتابوں میں نہیں لاتے اس لئے ان کو معلوم ہے کہ یہ جملہ ان کے فاسد قول کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے۔

(۷): اس حدیث کو علماء کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کی مقبول دعاؤں میں شمار کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے مختلف بیماریوں سے نجات کو ظاہر کیا۔ اس نابینا کی آنکھوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تندرست کیا۔ اسی لئے تو مصنفین نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔

یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نابینا کی شفا میں راز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہی ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر بالفرض محال راز اکیلے نابینا کی دعا میں ہوتا نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں تو پھر ہر ایک نابینا خالص اللہ تبارک وتعالیٰ سے گڑگڑا کر دعاء کرتا تو اسے شفا ہوجانی چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ پتہ نہیں کہ روزانہ کتنے نابینے اپنے لئے دعا کرتے ہونگے اور وہ سب اسی حالت میں ہونگے بلکہ ان میں سے کسی ایک کو شفاء ہونی چاہیے۔

نابینا کی حدیث سے مخالفین کے استدلال کے ٹوٹنے کے درمیان ہمارے لئے واضح اور روشن ہوگیا کہ حدیث کے شروع سے لے کے آخر تک دعا اور عمل صالح کا مقام (ذکر) ہے جس کے ذریعہ دعا کرنے والا کھڑا ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ دعا نبوت کے معجزات میں سے ہو جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

وسیلہ کے باب میں ضعیف اور موضوع احادیث

دوسرا شبہ وہ ضعیف اور موضوع حدیثیں ہیں جن کے ذریعے مخالفین نے ذات کے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ ان احادیث کے رد ہونے میں ان کا ضعیف اور موضوع ہونا ہی کافی ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

(۱): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک . (مسند احمد ج ۲/ ۲۱، ابن ماجة فی المساجد ۱٤ ج ۱/ ۲٥٦، مجمع الزوائد ج ۱۰/ ۱۱۷).

''اے اللہ میں سائلین کے آپ پر حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں''۔

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کو عطیہ عوفی نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے اور عطیہ عوفی ضعیف راوی ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے الاذکار میں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے القاعدۃ الجلیلۃ میں۔ اور علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے الضعفاء ج اص ۸۸ میں کہا ہے کہ عطیہ عوفی کے ضعیف ہونے پر علماء نے اجماع کیا ہے۔ اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد کی کئی جگہوں میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) وہ حدیث ہے کہ جس کی امام حاکمؒ نے حضرت عمر بن خطاب سے مرفوعا تخریج کی ہے۔

لما اقترفت آدم الخطیئة قال یارب أسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال یا آدم و کیف عرفت محمداً و لم و أخلقه قال یارب لما خلقتنی بیدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت أنک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال غفرت لک و لولا محمد ما خلقتک . (مستدرك حاكم : ۲/ ٦١٥)

جب حضرت آدم نے غلطی کا اعتراف کیا تو عرض کی اے میرے رب میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے بخش دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے اس کو پیدا بھی نہیں کیا تو حضرت آدم نے عرض کی اے میرے رب جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور آپ نے مجھ میں اپنی روح پھونکی تو جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے آپ کے عرش کے پائیوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ آپ نے اپنے نام کی اسی کو منسوب کیا ہے جو تمام مخلوق میں آپ کو محبوب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کو بخش دیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا۔

یہ حدیث موضوع ہے جیسا امام ذہبیؒ نے کہا ہے چنانچہ انہوں نے امام حاکم کا تعاقب کیا ہے، امام ذہبی نے فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث موضوع ہے اس میں عبدالرحمٰن ضعیف راوی ہے اور عبداللہ بن اسلم فہری کو میں نہیں جانتا کہ کون ہے جیسا کہ اس حدیث میں عبداللہ بن مسلم بن رشید ہے حافظ ابن حجرؒ نے اس پر جرح کی ہے ابن حبان فرماتے ہیں اس پر حدیثوں کے گھڑنے کی تہمت لگی ہوئی ہے۔ لیثؒ اور مالک پر حدیثیں گھڑتا تھا۔ ابن لھیعہ کے بارے میں ہے کہ اس کی حدیث کو لکھنا جائز نہیں ہے۔

(۳): **توسلوا بجاهی فان جاهی عند اللہ عظیم**. (القاعدة الجليلة ص ۱۳۰م، والتوسل ص ۱۱٤)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میری ذات اور جاہ کا وسیلہ تلاش کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں میری ذات اور جاہ بہت بڑی ہے''۔

یہ حدیث بھی موضوع ہے بلکہ اس کی اصل حدیث کی کسی بھی کتاب سے نہیں ملتی۔ بلکہ یہ حدیث بدعتیوں اور قبر پرستوں کی بعض کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جاہ بہت بڑی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام مخلوق سے افضل اور اعلیٰ ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا سید ولد آدم ولا فخر. (المناقب ج ٥/ ٥٨٧ سنن الترمذی وابن ماجة فی الزهد ۳۷ ج ۲/ ۱٤٤۰ او مسند احمد ج ۱/ ۲۸٥).

''میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے''۔

اس کے باوجود ہمارے لئے اس قسم کا وسیلہ جائز نہیں ہے۔ چونکہ اس حدیث کا بطلان واضح ہو چکا ہے یہاں پر دوسری اور بھی موضوع اور ضعیف روایات ہیں جن کو قبر پرست اپنے باطل اور جھوٹے مذہب کی تائید کیلئے لائے ہیں ہم ان میں طویل بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کیونکہ یہ تمام احادیث نفس اسی معنی کے اردگرد گھومتی ہیں جس کو میں نے پہلی والی احادیث میں ذکر کیا ہے۔ اب ثابت اور واضح ہو چکا ہے کہ ذات اور جاہ کے وسیلہ کے بارے میں کوئی ایک بھی قابل اعتماد حدیث نہیں ہے۔